زندیق و ذٰلک ان القرآن حق والرسول حق و ما جاء به حق و ما أدّی ذٰلک الینا کل الا الصحابة فمن جرحهم انما أراد ابطال الکتاب والسنة فیکون الجرح به ألیق والحکم علیه بالزندقة والضلال أقوم وأحق. (عقیدہ سفارینی، ج:۲،ص:۳۸۹)

ترجمہ: ''جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ صحابہ کرام میں سے کسی کی بھی تنقیص کر رہا ہے تو سمجھ لو کہ وہ زندیق ہے۔ اس لیے کہ قرآن حق ہے، رسول حق ہیں، جو تعلیمات آپ لے کر آئے وہ حق ہیں اور یہ سب چیزیں ہم تک پہنچانے والے صحابہ کے سوا کوئی نہیں، تو جو شخص ان کو مجروح کرتا ہے، وہ کتاب وسنت کو باطل کرنا چاہتا ہے۔ لہٰذا خود اس کو مجروح کرنا زیادہ مناسب ہے اور اس پر گمراہی اور زندقہ کا حکم لگانا زیادہ قرین حق ہے۔''

(۵) اما قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر الجامع لاحکام القرآن کی جلد:۱۶ص:۳۲۲ پر سورۂ حجرات کی آیت ''وَ اِنَ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا'' کے تحت مشاجرات صحابہ (یعنی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے درمیان جو بعض انتظامی امور پر اختلافات پیش آئے اور جنگوں کی شکل اختیار کر گئے) سلف الصالحین کے اقوال کے ساتھ بہترین تحقیق فرمائی ہے، جس کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے:

''یہ جائز نہیں ہے کہ کسی بھی صحابی کی طرف قطعی اور یقینی طور پر غلطی منسوب کی جائے۔ اس لیے کہ ان سب حضرات نے اپنے اپنے طرزِ عمل میں اجتہاد سے کام لیا تھا اور سب کا مقصد اللہ کی خوشنودی تھی۔ یہ سب حضرات ہمارے پیشوا ہیں اور ہمیں حکم ہے کہ ان کے باہمی اختلافات سے کفِ لسان کریں اور ان کا ذکر بہترین طریقے پر کریں۔ کیونکہ صحابیت بڑی حرمت کی چیز ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو برا کہنے سے منع فرمایا ہے اور خبر دی ہے کہ اللہ نے انھیں معاف کر رکھا ہے اور ان سے راضی ہے۔ اس کے علاوہ متعدد سندوں سے یہ حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا: ''اِنَّ طَلْحَةَ شِهِیْدٌ یَّمْشِیْ عَلٰی وَجْهِ الْاَرْضِ''

یعنی طلحہ زمین پر چلنے والے شہید ہیں۔

(جاری ہے)

قارئین متوجہ ہوں!

سالانہ چندہ ختم ہونے اور مدتِ خریداری کی اطلاع قارئین کی سہولت کے لیے لفافے پر پتے کے اوپر درج کر دی گئی ہے۔ جن قارئین کا زرِ تعاون جنوری 2015 میں ختم ہو چکا ہے انھیں فروری 2015 کا شمارہ ارسال کیا جا رہا ہے۔ براہِ کرم سالانہ زرِ تعاون -/200 روپے ارسال فرما کر نئے سال کے لیے تجدید کرالیں۔ یہ رقم بذریعہ منی آرڈر -/200 روپے یا درج ذیل موبائل نمبر 0300-6326621 پر -/270 روپے ایزی لوڈ کے ذریعے بھی بھیجی جا سکتی ہے۔ (سرکولیشن منیجر)

''نقیب ختم نبوت'' کی ترسیل، شکایات اور دیگر معلومات کے لیے رابطہ نمبر: 0300-7345095

پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی قسط اول

صحابیت سیدنا مروان رضی اللہ عنہ

سیدنا مروان رضی اللہ عنہ تاریخ اسلام کی ایک انتہائی مظلوم شخصیت ہیں جسے قبل از ولادت ہی ہدفِ تنقید بنا دیا گیا اور اس سلسلہ میں با قاعدہ ''احادیث'' بھی وضع کر لی گئیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ ولکن رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم لعن أبا مروان و مروان فی صلبه.

۲۔ لعن اللّٰہ الحکم و ما ولد. (مستدرک للحاکم، جلد:۴، ص:۴۸۱)

۳۔ ألست ابن اللعین الّذی لعنه رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم. (فتح الباری، جلد:۸، ص:۵۷۷)

۴۔ بقول ناقدین ومعاندین سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کو ولادت کے بعد جب ''دعا'' اور ''تبریک'' کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الوزغ ابن الوزغ، الملعون ابن الملعون. (مستدرک للحاکم، جلد:۴، ص:۴۷۹۔ کتاب الفتن والملاحم)

اس کے باوجود جب معاندین کا کلیجہ ٹھنڈا نہ ہوا تو ان کے پورے قبیلے بنواُمیّہ کو ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مبغوض قبیلہ قرار دے دیا:

۵۔ کان أبغض الاحیاء الٰی رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم بنو امیّة و حنیفة و بنو ثقیف.

(حوالہ مذکور، ص:۴۸۱)

پھر جب سات سال کی عمر کو پہنچے تو بلا کسی ''قصور'' سات سالہ بچے کو مدینہ منوّرہ سے طائف کی طرف جلاوطنی کی سزا سنا دی گئی جو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت تک جاری رہی۔

بعد ازاں ان پر امورِ خلافت میں مداخلت، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے مشکلات پیدا کرنے، معاملات کو بگاڑنے، صحابہ رضی اللہ عنہم کے مابین باہمی تعلقات خراب کرنے، مجمع صحابہ رضی اللہ عنہم میں دھمکی آمیز تقریر کرنے، گورنر مصر کے نام خط لکھنے، قتلِ عثمان رضی اللہ عنہ کا باعث بننے، جنگ جمل میں پہل کرنے، سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر سبّ وشتم کرنے، خطبہ کو نمازِ عید سے مقدم کرنے، نواصب کا سرغنہ ہونے، سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں تدفین میں رکاوٹ ڈالنے جیسے الزامات عائد کرنے کے علاوہ واقعہ حرّہ میں ایک ہزار دو شیزاؤں کی عصمت دری سمیت تمام مظالم میں برابر کا شریک بھی قرار دے دیا گیا۔ حتّٰی کہ مرتے وقت بھی ان پر یہ الزام

عائد کر دیا گیا کہ وہ اپنی بیوی کے ہاتھوں قتل ہوئے۔اس طرح سیدنا مروان رضی اللہ عنہ بلاشبہ دنیا کے پہلے مظلوم ترین فرد بن گئے ہیں جو نہ صرف قبل از ولادت تا وفات ہدفِ تنقید بنے رہے بلکہ آج تک اغیار کی ''ہاں میں ہاں'' ملاتے ہوئے بعض علماءِ اہلِ سنت بھی ان پر یلغار جاری رکھے ہوئے ہیں۔ان امور کی بنا پر سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کی شخصیت پر صدیوں کے پڑے ہوئے دبیز پردوں کو ہٹانا اور قارئین کو اصل حقائق سے آگاہ کرنا ضروری ہو گیا ہے۔

خلیفہ راشد سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی اور داماد امیر المؤمنین سیدنا مروان رضی اللہ عنہ قبیلہ قریش کی ایک ممتاز شاخ ''بنواُمیّہ'' کے رئیس سیدنا الحکم رضی اللہ عنہ (بن ابی العاص بن اُمیّہ بن عبدشمس بن عبدمناف) کے ہاں مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔آپ کی والدہ کا اسم گرامی اُمّ عثمان آمنہ بنت علقمہ بن صفوان بن اُمیّہ بن عبدشمس بن عبدمناف ہے۔حضرت مروان رضی اللہ عنہ کی ولادت کے متعلق تاریخ میں مختلف اقوال پائے جاتے ہیں۔

قدیم مؤرخ علامہ محمد بن سعد (م:۲۳۰ھ) لکھتے ہیں کہ:

قالوا: قبض رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم و مروان بن الحکم ابن ثمان سنین.

(طبقات ابن سعد، جلد:۵،ص:۳۶)

ترجمہ: مؤرخین کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے وقت مروان رضی اللہ عنہ کی عمر آٹھ برس تھی۔

حافظ ابن عبدالبر اندلسی (۴۶۳ھ) لکھتے ہیں کہ:

ولد علی عھد رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم سنۃ اثنتین من الھجرۃ...... و مات فی صدر رمضان سنۃ خمس و ستین وھو ابن ثلاث و ستین و قیل ابن ثمانیۃ و ستین و قیل ابن اربع و ستین.

(الاستیعاب مع الاصابہ، الجزء الثالث،ص:۴۲۵۔۴۲۸)

ترجمہ: سیدنا مروان رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہجرت کے دوسرے سال پیدا ہوئے......اور ۶۵ھ میں رمضان کے آغاز میں فوت ہوئے۔اس وقت ان کی عمر ۶۳ سال تھی اور کہا گیا ہے کہ ۶۸ سال عمر تھی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ۶۴ سال تھی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی (م:۸۵۲ھ) لکھتے ہیں کہ:

یقال ولد بعد الھجرۃ بسنتین و قیل بأربع و قال ابن شاھین مات النبیّ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم وھو ابن ثمان سنین فیکون مولدہ بعد الھجرۃ بسنتین...... و قال ابن طاھر ولد ھو والمسور بن مخرمہ بعد الھجرۃ بسنتین لا خلاف فی ذالک کذا قال وھو مردود والخلاف ثابت.

(الاصابہ، الجزء الثالث،ص:۴۷۷)

ترجمہ: کہا جاتا ہے کہ سیدنا مروان رضی اللہ عنہ ہجرت کے دو سال بعد پیدا ہوئے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ چار سال بعد۔ابن

شاہین نے کہا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک ان کی عمر آٹھ سال تھی تو اس اعتبار سے ان کی ولادت کا تعین ہجرت کے دوسال بعد ہی ہوتا ہے۔اور ابن طاہر نے کہا ہے کہ سیدنا مروان اور سیدنا مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما دونوں ہجرت کے دوسال بعد پیدا ہوئے۔اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ یہ قول مردود ہے اور اس کا ''خلاف'' ثابت ہے۔

حافظ صاحب نے یہاں اس ''ثابت شدہ خلاف'' کی وضاحت تو نہیں فرمائی لیکن اس سے ان کا مقصود یہی ہے کہ ابن شاہین، ابن طاہر اور دیگر مؤرخین و ارباب سِیَر جو سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کی ولادت ہجرت کے دو سال بعد قرار دے رہے ہیں وہ قول غلط اور مردود ہے، کیونکہ ان کی ولادت ہجرت کے ایک سال بعد بلکہ ہجرت سے کئی سال پہلے بھی ثابت ہے۔چنانچہ موصوف اسی بحث میں آگے چل کر بعض حضرات کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ:

انّہ کان لہ عند الوفات النبویۃ ست سنین أو ثمان أو اکثر. (الاصابہ، الجزء الثالث، ص:۴۷۸)

ترجمہ: سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کی عمر وفات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وقت چھے سال یا آٹھ سال یا اس سے بھی زیادہ تھی۔

حافظ صاحب نے اس بحث میں جس ''ثابت شدہ خلاف'' کا ذکر کیا ہے وہ ''اَوا کثر'' کے الفاظ سے بخوبی معلوم ہوسکتا ہے کہ وفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت ان کی عمر آٹھ سال سے زیادہ تھی۔اس بات کی تائید حافظ ابن عبدالبر کے قول سے بھی ہوتی ہے جس میں انھوں نے وفات نبی کے وقت ان کی عمر ۶۸ بتائی۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا مروان رضی اللہ عنہ ہجرت سے تین سال پہلے پیدا ہوئے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ (۷۲۸ھ) نے سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کو سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور سیدنا مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کے طبقے میں شمار کیا ہے۔(ملاحظہ ہو: منہاج السنۃ، الجزء الثالث، ص:۱۸۹)

امام ذہبیؒ (م:۷۴۸ھ) کے قول سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ:

مولدہ بمکّۃ وھو اصغر ابن الزبیر بأربعۃ أشھر. (سِیَر اعلام النبلاء، الجزء الثالث، ص:۴۷۶)

ترجمہ: سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کی ولادت مکہ مکرمہ میں ہوئی اور وہ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے چار ماہ چھوٹے ہیں۔

علامہ کمال الدین الدمیری (۸۰۸ھ) لکھتے ہیں کہ:

''مروان رضی اللہ عنہ کی وفات ۶۵ھ میں ہوئی...... دس ماہ خلافت کے منصب پر فائز رہے۔ان کی عمر ۸۳ سال کی ہوئی۔(حیات الحیوٰن اردو، ص:۲۱۰۔۲۱۱ تحت ''خلافت مروان بن الحکمؓ)

علامہ دمیری کے مذکورہ قول سے سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کی ولادت ہجرت سے بھی اٹھارہ سال قبل ثابت ہوتی ہے۔اس طرح ان کی عمر اسلام قبول کرنے کے وقت ۲۶ سال اور وفاتِ نبوی کے وقت ۲۸ سال بنتی ہے۔اس عمر کی تائید امام بخاریؒ کے ایک قول سے بھی ہوتی ہے۔چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ: **مات مروان سنۃ ثلاث و ستین وھو ابن احدی و ثمانین.**

(التاریخ الصغیر، الجزء الاوّل، ص:۱۵۰۔طبع دار المعرفۃ بیروت)

سیدنا مروان رضی اللہ عنہ ۶۳ ھ میں فوت ہوئے اور اس وقت ان کی عمر ۸۱ سال تھی۔

امام بخاریؒ کا یہ قول کہ سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کی عمر ۶۳ ھ میں بوقت وفات ۸۱ سال تھی سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں سن وفات ۶۳ ھ سہوِ کتابت کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ تمام اربابِ سِیَر اور مؤرخین کے نزدیک وہ ۶۳ ھ میں نہیں بلکہ ۶۵ ھ میں فوت ہوئے تھے۔ البتہ اس سے اتنی بات ضرور ثابت ہو جاتی ہے کہ ۶۵ ھ میں ان کی عمر ۸۱ سال اور وفات نبوی کے وقت ۲۶ سال تھی۔

علامہ ابن حسن دیار بکری (م: ۹۸۲ھ) لکھتے ہیں کہ:

مات بدمشق سنة خمس و ستين وهو ابن ثلاث و سبعين. (تاریخ خمیس، جلد: ۲، ص: ۳۰۸)

ترجمہ: سیدنا مروان رضی اللہ عنہ نے دمشق میں ۶۵ ھ میں وفات پائی اور اس وقت ان کی عمر ۷۳ سال تھی۔

اس حساب سے سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کی ولادت ہجرت سے بھی آٹھ سال پہلے ثابت ہوتی ہے۔

اردو دائرہ معارف اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی کے مقالہ نگار لکھتے ہیں کہ:

پھر درماندہ و مضمحل ہو کر یہ ۷۰ سالہ امیر ۲۷/رمضان ۶۵ ھ/۷/مئی ۶۸۵ء کو دمشق میں فوت ہو گیا...... ہمیں اس کی عمر بھی یقینی طور پر معلوم نہیں۔ روایت میں اکسٹھ وا کیاسی سال کے انتہائی اندازوں سے اس کا تناقض ظاہر ہے۔ بعض اوقات مروانؓ کے متعلق کہہ دیا جاتا ہے کہ وہ ۶۳ سال کی عمر پا کر فوت ہوا۔ اس میں یہ بھی فائدہ ہے کہ اس کی پیدائش کا سال پھر ۲ ھ قرار پا جاتا ہے۔ بعض کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ تخت نشینی کے وقت وہ بوڑھا (شیخ کبیر) تھا اور اس کا مقابلہ ایک "کہل"، یعنی درمیانی عمر کے آدمی ابن الزبیرؓ سے بیان کیا جاتا ہے حالانکہ وہ اس وقت ساٹھ برس کے لگ بھگ تھے۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ ان دونوں حریفوں کی عمر میں معتد بہ فرق ہوگا۔ اس لیے ہماری رائے میں مروانؓ کی عمر ستر برس سے زیادہ ہوگی۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور، جلد: ۲۰، ص: ۴۷۶۔۴۷۷)

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے مدینہ منوّرہ سے سیدنا حکم رضی اللہ عنہ کی جلاوطنی کے وقت سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کی عمر سات، آٹھ برس بتائی ہے۔ (ملاحظہ ہو: خلافت وملوکیت، ص: ۱۱۰)

اگر جلاوطنی کے وقت سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کی عمر سات، آٹھ برس تھی تو پھر اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وفات نبوی کے وقت مولانا مودودی صاحب کے نزدیک بھی ان کی عمر نو یا دس برس تھی۔

شیعہ مصنف محمد ہاشم بن محمد علی خراسانی لکھتے ہیں کہ:

مروان بن الحکم بن ابی العاص...... ایں پسر عمّ عثمان بن عفان بن ابی العاص بود، وزیر و دبیر و کاتبِ عثمان بود و مادرِ مروان آمنہ بنت علقمہ بن صفوان بن اُمیّہ است و مروان دوم ہجری متولد شد۔

(منتخب التواریخ، باب: سوم در ذکر بعض از منافقین کہ عداوت داشتند با حضرت امیر)

ترجمہ: مروان بن حکم بن ابی العاص...... جو عثمان بن عفان کے چچا ابن ابی العاص کا بیٹا تھا اور آپ کا وزیر، منشی اور

کاتب تھا اور مروان کی ماں آمنہ بنت علقمہ بن صفوان بن اُمیّہ تھی۔ مروان دو ہجری میں پیدا ہوا۔

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مفکرِ اسلام اور محقق اہلِ سنّت علاّمہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب کی ایک تحقیق انیق (جو ثقہ علماء و مؤرخین کے منقولہ بالا اقوال کے بالکل برعکس اور متضاد ہے) بھی نذرِ قارئین کردی جائے۔ ملاحظہ فرمائیں:

یہ غلط ہے کہ مروان کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ سے سزا کے طور پر نکالا تھا۔ مروان کی تو عمر ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریفہ کے وقت بمشکل ایک سال کی تھی بلکہ بعض کہتے ہیں کہ وہ پیدا ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہوا۔ (عبقات، ص:۲۴۳)

مذکورہ تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کی عمر کے متعلق آٹھ سال، دس سال، سولہ سال اور چھبیس سال کے مختلف اقوال پائے جاتے ہیں۔ ان میں سے آٹھ سال کے قول پر اکثر سنی و شعیہ مؤرخین اور دیگر ناقدین و معاندین کا اتفاق پایا جاتا ہے لہٰذا ولادت ''ہجرت کے دو سال بعد'' والے قول کی رو سے سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کی عمر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آٹھ سال ثابت ہو جاتی ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی (م:۸۵۲ھ) صحابی کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

وأصح ما وقفت عليه من ذلک أنّ الصحابی من لقی النبیّ صلّی اللّٰه عليه وسلّم مؤمنا به و مات علی الاسلام و أطلق جماعة أن من رأی النبیّ صلّی اللّٰه عليه وسلّم فهو صحابی و هو محمول علی من بلغ سن التمييز اذ من لم يميز لا تصح نسبة الرؤية اليه نعم يصدق أن النبیّ صلّی اللّٰه عليه وسلّم راٰه فيكون صحابيا من هٰذه الحيثية و من حيث الرواية يكون تابعيا.

(الاصابہ، الجزء الاوّل، ص:۷، تحت الفصل الاوّل فی تعریف الصحابی)

ترجمہ: 　صحابی وہ ہے جس نے بحالتِ ایمان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی ہو اور اسلام ہی پر اس کی موت بھی واقع ہوئی ہو اور (علماء کی) ایک جماعت نے مطلقاً کہا ہے کہ جس نے بھی (حالتِ ایمان میں) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہو وہ صحابی ہے اور یہ اس بات پر محمول ہے کہ وہ اس وقت سن تمیز و شعور کو پہنچا ہو۔ اور اگر وہ سنِ تمیز کو نہیں پہنچا تو اس کی طرف ''رؤیت'' کی نسبت صحیح نہیں ہے۔

البتہ یہ بات صحیح ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھا ہوگا۔ پس وہ اس حیثیت سے صحابی ہوگا جب کہ روایت کرنے کے اعتبار سے وہ تابعی ہوگا۔

علاّمہ عبدالعزیز فرہاروی (م:۱۲۳۹ھ) فرماتے ہیں کہ: **من صحب النبیّ صلّی اللّٰه عليه وسلّم ولو ساعة من الايمان و مات مؤمناً.** (النبراس شرح لشرح العقائد، ص:۵۴۶)

جس شخص نے حالت ایمان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی ہو تو وہ صحابی ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی نے ''صحابی'' کی مذکورہ تعریف ہی کو سب سے زیادہ جامع اور صحیح قرار دیا ہے۔ اگرچہ بعض حضرات نے دیگر شرائط کا بھی ذکر کیا ہے۔ مثلاً: اس نے طویل عرصہ (کم از کم ایک سال) تک شرفِ صحبت حاصل کیا ہو، یا حدیث کی روایت کی ہو یا کسی غزوہ میں شرکت کی ہو یا حالتِ شعور یا حالتِ بلوغ میں ملاقات کی ہو۔

محمود احمد عباسی صاحب نے اس (یعنی حالت بلوغ) کے پیشِ نظر سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہما کی صحابیت کی نفی کرتے ہوئے انھیں تابعین میں شمار کیا ہے اور اپنے مؤقف کی تائید میں امام احمد بن حنبل کا یہ قول پیش کیا ہے کہ:

وقد روی صالح بن احمد بن حنبل عن أبیه أنه قال فی الحسن ابن علیّ أنه تابعی ثقة

(البدایہ والنہایہ، جلد: ۸، ص: ۱۵۰)

ترجمہ: اور صالح بن احمد بن حنبل نے اپنے والد امام احمد سے روایت کی ہے کہ انھوں نے سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے بارہ میں فرمایا کہ وہ ثقہ تابعی تھے۔

اس قول سے عباسی صاحب نے یہ قیاس کیا ہے کہ جب سیدنا حسن رضی اللہ عنہ بھی امام احمد بن حنبل کے نزدیک صحابی نہ ہوئے تو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ بطریق اولیٰ تابعی ٹھہریں گے کیونکہ وہ عمر میں ان سے بھی ایک سال چھوٹے تھے۔

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب عباسی صاحب کے اس ''قیاس'' کی پرزور تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی سب سے بڑی فضیلت بلکہ اُمّ الفضائل صحابیت تھی۔ سو عباسی صاحب نے اس کی نفی کا ابہام کر کے دلوں میں اسے مشکوک اور مشتبہ بنا دینا چاہا ہے اور بڑی ہوشیاری کے ساتھ ان کے صحابی ہونے کی نفی کا تصور ذہنوں میں بٹھلا دینے کی نامحمود سعی کی ہے...... عباسی صاحب نے ایک تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی صحابیت کی نفی کے لیے صغرسنی کی حجت پیش کی ہے جو اُن کے نزدیک صحابیت میں مانع ہے......

حالانکہ جہاں تک صحابیت میں کم سنی کے مانع ہونے کا تعلق ہے، اربابِ فن کے یہاں وہ کوئی قابلِ التفات و توجہ بات نہیں۔ عامّہ محدثین کے یہاں صحابی وہ ہے جسے ایمان کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لقاء وصحبت میسر آ جائے خواہ وہ کسی بھی عمر میں ہو۔ بعض علماء نے صحبت نبوی کے ساتھ بلوغ کی قید لگائی تھی تو محدثین نے اسے رد کر دیا ہے......

(عباسی صاحب کے نزدیک وفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی عمر پانچ سال تھی جب کہ حضرت قاری صاحب کے نزدیک سات سال)

لیکن اگر وفات نبوی کے وقت حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی پانچ ہی سال کی عمر پر زور دیا جائے جو عباسی صاحب کا منصوبہ ہے تو قطع نظر محدثین اور اربابِ فن کی تصریحات کے جس کی رو سے اس (یعنی پانچ سال کی) عمر سے بھی ان کی صحابیت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ تاریخی واقعات کی رو سے بھی یہ عمر ایسی بے مایہ نہیں مانی جاتی کہ اسے یہ کہہ کر کہ وہ

سن تمیز کی عمر نہیں ہوتی ''لا یعبـاء بہ '' بنادیا جائے...... بہرحال قرآن، حدیث، جمہورائمہ حدیث امام بخاری، امام مسلم، امام احمد بن حنبل، امام ذہبی، حافظ ابن عبدالبر، حافظ ابن حجر، حافظ ابن کثیر یعنی محدثین، فقہاء اور متکلمین وغیرہ سب اس پر متفق اللسان ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ صحابی ہیں اور وہ پانچ سالہ بھی ہوں تب بھی صحابی ہیں جن کی صحابیت میں یہ صغرسنی حائل یا حارج نہیں......

اب اگر حضرت حسین رضی اللہ عنہ صحابی ہیں اور بلاشبہ صحابی ہیں، صاحبِ روایت صحابی ہیں اور اہل بیت صحابی ہیں جیسا کہ ثابت ہو چکا ہے تو بلاشبہ وہ تمام آثار ولوازم صحابیت اور وہ تمام حقوق ان کے لیے ماننے پڑیں گے جو کتاب و سنت نے مقام صحابیت کے لیے ثابت کیے ہیں اور ہمیں تاریخی طور پر نہیں بلکہ بطورِ عقیدہ کے اس پر ایمان لانا پڑے گا کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ بوجہ صحابی ہونے کے متقن، عدول، پاک باطن، صاف ظاہر، محبت جاہ و مال سے بری، ہوسِ مال واقتدار سے بالاتر اور تمام ان رذائل نفس سے پاک تھے جو اُن مقدسین سے بنص کتاب وسنت دھودیے گئے تھے۔

(شہیدِ کربلا اور یزید، ص:۲۴۔۶۷، مطبوعہ ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور، ۱۹۷۶ء)

حضرت قاری صاحبؒ نے تو بجاطور پر پانچ سال کی عمر کو ''سن تمیز وشعور'' قرار دیتے ہوئے نہ صرف سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی صحابیت ثابت فرمائی ہے بلکہ اس عمر کے دیگر حضرات کو بھی اس شرف سے مشرف فرمایا ہے لیکن بانی تحریک خدّام اہل سنّت مولانا قاضی مظہر حسین صاحبؒ نے تو سن تمیز کی پانچ سالہ عمر میں مزید رعایت دیتے ہوئے صرف تین ماہ کے بچہ پر بھی ''صحابی'' کا اطلاق کردیا، چنانچہ موصوف محمد بن ابی بکر کی قتلِ عثمانؓ سے ''برأت'' کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''تو روایتاً و درایتاً دونوں طرح یہی بات صحیح ہے کہ حضرت محمد بن ابی بکر نے داڑھی چھوڑ دی اور وہاں سے نکل گئے۔ بعد میں دوسرے باغیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔ محمد بن ابی بکر کا وہاں سے چلا جانا ان کی توبہ کی دلیل ہے۔ لہٰذا یہ دعویٰ صحیح ہے کہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو کسی صحابی نے قتل نہیں کیا......''

حضرت محمد بن ابی بکر پر رحمت للعالمین کی نظرِ رحمت تو پڑی ہوگی اگرچہ کسی کتاب میں اس کی تصریح نہیں دیکھی۔ صحابہ کی جو متفق علیہ تعریف ہے اس میں وہ شامل نہیں ہوتے۔ تبرکاً ان کو صحابہ کرام میں شمار کیا جائے گا......

جناب محمد بن ابی بکر نے بھی اگر عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی مخالفت کی ہے تو اس خط کی بنا پر جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مہر لگا کر ان کے قتل کرنے کے لیے گورنر مصر کو بھیجا گیا تھا۔ اس کے باوجود یہ ان کی خوش نصیبی ہے کہ وہ حضرت ذوالنورین کے توجہ دلانے پر نادم ہوئے اور وہاں سے چلے گئے۔ لہٰذا ان پر کوئی الزام اس بارے میں باقی نہیں رہتا۔

(ماہنامہ حق چاریار، مارچ۔اپریل ۲۰۰۵ء۔ قائد اہل سنت نمبر، اشاعت خاص، ص:۳۸۴۔۳۸۵)

علّامہ ابن حجر عسقلانی (م:۸۵۲ھ) زیرعنوان ''القسم الثانی'' لکھتے ہیں کہ:

''ان صحابہ کرام کے بارے میں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں پیدا ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کی وفات کے وقت صغیر السن بچے تھے اور ان میں مرد وعورتیں (مذکر ومؤنث) دونوں شامل تھے اور اس وقت وہ سنِ تمیز کو نہ پہنچے تھے۔ انھیں صحابہ میں شامل کرنا غلبۂ ظن کی بنا پر بطورِ الحاق کے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں دیکھا ہوگا۔ کیونکہ بچوں کی پیدائش پر صحابہ کرام انھیں ''تحنیک'' کے لیے نام رکھنے اور برکت حاصل کرنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے تھے۔ اس سلسلے کی روایات بہت ہیں اور مشہور ہیں۔''

(الاصابہ فی تمیز الصحابہ، ص:۵، تحت خطبۃ الکتاب، القسم الثانی)

اس کے برعکس حافظ ابن عبدالبر نے تو حضرت احنف بن قیس کو محض نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پانے کی وجہ سے صحابی تسلیم کرلیا ہے حالانکہ انھوں نے نہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا اور نہ ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں دیکھا ہے:

''قد أدرک النبیّ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم و لم یرہ و دعا لہ النبیّ علیہ الصلوٰۃ و السلام فمن هناک. ذکرناہ فی الصحابة لأنه أسلم علٰی عهد النبیّ صلّی اللّٰه علیه وسلّم.''

(الاستیعاب مع الاصابہ۔ الجزء الاوّل، ص:۱۲۶۔ تحت احنف بن قیس)

ان تمہیدی گزارشات کے بعد اب اس بات کا جائزہ لیا جاتا ہے کہ کیا سیدنا مروان رضی اللہ عنہ پر بھی لفظ ''صحابی'' کا اطلاق ہوتا ہے یا نہیں؟

پیچھے سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کی ولادت کے سلسلے میں یہ تفصیل گزر چکی ہے کہ انھوں نے ۶۵ھ میں ۷۰، ۷۳ یا ۸۱ سال کی عمر وفات پائی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے موقع پر ان کی عمر ۱۸، ۲۵، ۲۷ سال تھی جبکہ اکثر ارباب سِیَر ومؤرخین کے نزدیک اس وقت ان کی عمر ۸، ۹، (یا ۱۰ سال، منہاج السنۃ، الجزء الثالث، ص: ۱۹۷) سال تھی۔ جب سے انھیں ''صحابی کی معرفت'' کے ایک اصول کے تحت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معاصرت حاصل ہوگئی ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ نے سیدنا مروان کو سیدنا عبداللہ بن زبیر اور سیدنا مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہم کے طبقہ میں شمار کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ سب حضرات عمر میں سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہما سے بڑے تھے اور یہ عمر ''تمیز وشعور'' کی سمجھی جاتی ہے بلکہ حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ نے تو چار یا پانچ سال کی عمر کو بھی سن ''تمیز وشعور'' ہی قرار دیا ہے۔

جہاں تک سیدنا مروان رضی اللہ عنہ پر صحابی کی ''تعریف'' کے اطلاق کا تعلق ہے تو حافظ ابن عبدالبر اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے ان کے حالات صحابہ کے ضمن میں ذکر کرکے ان کی صحابیت پر مہرِ تصدیق ثبت کردی ہے۔ بلاشبہ ان کا شمار صغار صحابہ کے اس طبقہ میں ہوتا ہے جن میں حضرات عبداللہ بن زبیر، حسن، حسین، عبداللہ بن جعفر، عبداللہ بن عمر اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔

سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کے والد سیدنا حکم رضی اللہ عنہ رمضان المبارک ۸ھ میں فتح مکہ کے موقع پر مشرف بہ

اسلام ہوئے۔ سیدنا مروان رضی اللہ عنہ سنِ تمیز وشعور کو پہنچے ہوئے تھے۔ سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی ہونے کی حیثیت سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی مقرب تھے۔ پھر اس موقع پر تقریباً دو ماہ تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طویل قیام بھی مکہ کے قرب وجوار میں رہا لہٰذا یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ اپنے والد کے ہمراہ مشرف بہ اسلام نہ ہوئے ہوں یا انہیں اس تمام عرصہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رؤیت حاصل نہ ہوئی ہو۔

جن مؤرخین وارباب سِیَر اور علماء کرام کے نزدیک سیدنا حَکَم رضی اللہ عنہ کی جلاوطنی مدینہ منوّرہ سے ''ثابت'' ہے تو انھوں نے اس موقع پر سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کا بھی ذکر کیا ہے جس سے ان کی جلاوطنی ثابت ہو یا نہ ہو البتہ ان کی رؤیت تو ضرور ثابت ہو جاتی ہے۔

جن حضرات کے نزدیک ''جلاوطنی'' کا قصہ موضوع اور من گھڑت ہے تو اس صورت میں بھی ان کی رؤیت کا انکار نہیں کیا جا سکتا کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ ایک دوسرے سے سبقت کرتے ہوئے اپنے بچے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے رہے تو یہ کیوں کر ممکن ہے کہ اس طویل قیام کے دوران میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دوہرے داماد سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی سیدنا مروان رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے محروم رہے ہوں؟

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

و مروان من أقر ان ابن الزبير فهو قد أدرک حياة النبیّ صلّی اللّٰه عليه وسلّم و يمكن انه راٰه عام فتح مكة أو عام حجة الوداع...... وأيضاً فقد يكون أبوه حج مع النّاس فراٰه فی حجة الوداع ولعلّه قدم الی المدينة فلا يمكن الجزم بنفی رؤيته للنبیّ صلّی اللّٰه عليه وسلّم.

(منہاج السنۃ، الجزء الثالث، ص: ۱۸۹۔ طبع بیروت)

ترجمہ: ''سیدنا مروان رضی اللہ عنہ، سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے طبقے میں سے ہیں۔ انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا ہے۔ یہ ممکن ہے کہ انھیں فتح مکہ کے سال یا حجۃ الوداع کے سال شرفِ رؤیت حاصل ہوا ہو۔ اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کے والد سیدنا حَکَم رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے ساتھ حج کیا تھا تو اس موقع پر انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہو۔ اور شاید اس دوران (عہد نبوی) میں وہ مدینہ طیبہ بھی گئے ہوں۔ پس یقین کے ساتھ ان سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رؤیت کی نفی نہیں کی جا سکتی۔''

علاوہ ازیں صحیح بخاری میں اس بات کی تصریح پائی جاتی ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے تو بنی عبدالمطلب کے بچوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کیا تھا جن میں سے ایک بچے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھ آگے سوار کر لیا اور ایک کو پیچھے۔ ملاحظہ ہو: صحیح بخاری، کتاب المناسک، باب: استقبال الحاج القادمین۔

ظاہر ہے کہ دیگر قبائل کے بچے بھی استقبال میں شریک تھے تو اس موقع پر بھی سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے چچا زاد بھائی کس طرح پیچھے رہ سکتے تھے؟

امام شمس الدین ذہبی (م:۷۴۸ھ) لکھتے ہیں کہ:

و قیل له رؤیة و ذلک محتمل (سیر اعلام النبلاء، الجزء الثالث، ص:۴۷۶)

ترجمہ:　اور کہا گیا ہے کہ سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کے لیے احتمالاً رؤیت ثابت ہے۔

یہی وجہ ہے کہ انھوں نے ''روایت'' کے اعتبار سے ''کبار التابعین'' کے عنوان کے تحت پہلے نمبر پر ذکر کیا ہے۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رؤیت سے تو انکار ممکن ہی نہیں ہے البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت یا سماع ثابت نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جن حضرات نے ''رؤیت'' کا اقرار کیا ہے تو اس کے ساتھ ہی انھوں نے ''سماع'' کا انکار کیا ہے۔ چنانچہ علامہ ابن حجر عسقلانی ابن ابی داؤد کا قول نقل کرتے ہیں کہ:

و قد کان فی الفتح ممیزا أو فی حجة الوداع ولکن لا یدری أسمع من النبیّ صلّی اللّٰه علیه وسلّم شیئاً ام لا. (الاصابہ، الجزء الثالث، ص:۴۷۷۔ تحت مروان بن الحکمؓ)

ترجمہ:　سیدنا مروان فتح مکہ اور حجۃ الوداع کے موقع پر ''سنِ تمیز'' کو پہنچے ہوئے تھے لیکن وہ (ابن ابی داؤد) نہیں جانتے کہ انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سنا ہے یا نہیں؟

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ خود بھی سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کی ''رؤیت'' کے اقرار کے ساتھ ساتھ ''سماع عن النبی'' کا انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

فلم یثبت له أزید من الرؤیة و أرسل عن النبیّ صلّی اللّٰه علیه وسلّم.

ترجمہ:　پس ان کے لیے رؤیت سے زیادہ کچھ ثابت نہیں البتہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بطریق ارسال کچھ روایات ثابت ہیں۔ (حوالۂ مذکور)

علامہ عبدالعزیز پرہاروی (م:۱۲۳۹ھ) شارح بخاری علامہ قسطلانی کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ:

مروان ولد فی حیاة رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم لم یسمع منه.

(الناھیۃ عن طعن امیر المؤمنین معاویہ رضی اللہ عنہ، ص:۴۵)

ترجمہ:　سیدنا مروان رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں پیدا ہوئے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سنا نہیں۔

علاّمہ ابن حسن دیار بکری (م:۹۸۲ھ) لکھتے ہیں کہ:

وکان مروان قد لحق النبیّ صلّی اللّٰه علیه وسلّم. (تاریخ خمیس، جلد:۲، ص:۳۰۶)

ترجمہ: سیدنا مروان رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی ہے۔

اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے مقالہ نگار لکھتے ہیں کہ:

اس نے بچپن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تھی۔

(اردو دائرہ معارف اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور، جلد:۲۰ص:۴۷۵)

علامہ ابن کثیر واضح طور پر لکھتے ہیں کہ:

هو صحابي عند طائفة كثيرة لأنه ولد في حياة النبيّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم.

ترجمہ: سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کثیر جماعت کے نزدیک صحابی ہیں کیونکہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں پیدا ہوئے تھے۔

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رؤیت کا شرف حاصل ہے البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ''سماع'' و ''روایت'' ثابت نہیں ہے لیکن اس ''عدم سماع'' کا ان کی صحابیت پر مطلقاً کوئی اثر نہیں پڑتا کیونکہ لاتعداد صحابہ کرام ایسے ہیں جو عدم سماع کے باوجود جماعت صحابہ میں شامل ہیں۔

محدث جلیل، شیخ الاسلام مولانا ظفر احمد عثمانی (م:۱۳۹۴ھ) فرماتے ہیں کہ:

حافظ ابن حجر نے ''تہذیب التہذیب'' میں حضرت مروان رضی اللہ عنہ کو رجال بخاری اور سننِ اربعہ کے رواۃ میں شمار کیا ہے اور صحابہ میں ان کا شمار قسم ثانی میں یعنی ان صحابہ میں کیا ہے جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے مگر سماع ثابت نہیں۔ بہرحال ان کے صحابی ہونے میں اختلاف نہیں ہے اگر صرف رؤیت کو صحابیت کے لیے کافی سمجھا جائے اور یہی جمہور کا قول ہے تو اب ان لوگوں کے اقوال پر التفات نہ کیا جائے گا جو ان میں کلام کرتے ہیں یعنی تنقید کرتے ہیں۔ (برأت عثمان، ص:۳۸۔۳۹)

جمعیت علماءِ ہند کے ممتاز رہنما مولانا سید محمد میاں صاحب (م:۱۳۹۵ھ) فرماتے ہیں کہ:

ہمارے لیے تو مودودی صاحب کا یہ اندازِ تحریر بھی لرزہ خیز ہے۔ مروان رضی اللہ عنہ اور حَکَم رضی اللہ عنہ جیسے بھی ہوں ان کو یہ سعادت حاصل تھی کہ سید الانبیاء، رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے روئے انور کی زیارت حاصل ہوئی تھی۔ متاعِ ایمان بھی ان کے پاس تھا شرفِ مشافہت بھی حاصل ہوا تھا۔ دنیا بھر کے اربوں اور کھربوں انسانوں میں صرف ڈیڑھ یا دو لاکھ انسان ہیں جن کو متاعِ ایمان کے ساتھ سعادتِ زیارت اور شرفِ ہم کلامی حاصل ہوا۔ ان کی یہ سعادت باعثِ رشک اور موجبِ صد احترام ہے۔ یہ مودودی صاحب ہی کی جسارت ہے کہ ان کے متعلق وہ انداز اختیار کر رہے ہیں جیسے کسی بازاری شخص کے ساتھ جو مجرم اور ملزم بھی ہو۔'' (شواہد تقدّس اور تردید الزامات۔ ص:۱۵۳)

مفکر اسلام مولانا محمد اسحاق سندیلویؒ (م:۱۴۱۶ھ) مودودی صاحب کی اس عبارت (کہ جب حَکَم کو خارج

البلد کیا گیا ہے تو مروان اس وقت سات، آٹھ برس کا تھا) پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

اس کے معنی یہ ہیں کہ ان کی صحابیت سے انکار کی گنجائش مودودی صاحب کے لیے بھی نہیں رہی۔ اس لیے کہ اس عمر بلکہ اس سے کم عمر میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت رتبۂ صحابیت تک پہنچا دینے کے لیے کافی ہے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے بھی کم عمری ہی میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تھی۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بھی اسی زمرے میں آتے ہیں۔ ان کے علاوہ متعدد ایسے حضرات ہیں جنھوں نے اس سے بھی کم عمر میں شرف زیارت حاصل کیا تھا۔ ان کا شمار بھی جمہور علماء اہل سنت نے صحابہ میں کیا ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ حضرت مروان رضی اللہ عنہ کو صحابی نہ سمجھا جائے۔ (اظہارِ حقیقت بجواب خلافت وملوکیت، جلد اوّل، ص:۲۶۴)

ممتاز سلفی عالم مولانا حافظ صلاح الدین یوسف لکھتے ہیں کہ:

حضرت مروان رضی اللہ عنہ کے کردار کو جس طرح آج کل مسخ کر کے پیش کیا جا رہا ہے وہ انتہائی نامناسب حرکت ہے۔ مروان رضی اللہ عنہ صغار صحابہ کے اس زمرے میں شامل ہیں جس میں حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کا شمار ہے۔ ان حضرات کی بعض کوتاہیوں کو بنیاد بنا کر سرے سے ان کے شرفِ صحابیت کا انکار کر دینا یا کم از کم ان کا وہ احترام ملحوظ نہ رکھنا جو تقاضائے صحابیت ہے، اہل سنّت کے مزاج وعقیدے سے کوئی مناسبت نہیں رکھتا۔ کسی صحابی کا کبار صحابہ میں نہ ہونا یہ معنی نہیں رکھتا کہ وہ احترام صحابیت کے کم از کم درجے کا بھی مستحق نہ رہے۔ یہ اندازِ فکر عام ہو جائے تو اس طرح ان ہزاروں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وناموس خاک میں مل جائے گی جن کا شمار صغار صحابہ میں ہوتا ہے جن میں حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم بھی شامل ہیں۔ یہ تینوں بھی مروان رضی اللہ عنہ کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت عہدِ طفولیت میں تھے۔

(خلافت وملوکیت کی تاریخی وشرعی حیثیت، ص:۲۴۹)

سخت حیرت ہے کہ ہمارے علمائے کرام تین ماہ کے شیر خوار بچے محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کا تو ''تقاضائے صحابیت'' کے تحت احترام ملحوظ رکھ رہے ہیں لیکن ۹ یا ۱۰ سال کے باشعور لڑکے مروان رضی اللہ عنہ کو وہ مقام نہیں دے رہے۔ امام ابن تیمیہ دونوں کا موازنہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

اور نہ ہی محمد بن ابی بکر علم اور دین میں سیدنا مروان رضی اللہ عنہ سے زیادہ مشہور ہیں بلکہ اہلِ صحاح نے سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کی متعدد احادیث کی تخریج کی ہے اور انھیں اہلِ فتویٰ میں شمار کیا ہے۔ جب کہ محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کا اہل علم کے نزدیک یہ مقام ومرتبہ نہیں ہے اور نہ ہی انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا ہے سوائے چند ماہ کے جو ذی قعدہ سے ربیع الاوّل کے آغاز تک ہیں کیونکہ وہ حجۃ الوداع کے سال جب ذی قعدہ کے ختم ہونے میں پانچ دن باقی رہ گئے تھے ذوالحلیفہ میں پیدا ہوئے۔

(اس کے برعکس) سیدنا مروان، سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے طبقے سے ہیں اور انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا ہے۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو باتفاق اہل علم سیدنا مروان رضی اللہ عنہ بلوغت کو نہیں پہنچے تھے۔ زیادہ سے زیادہ ان کی عمر دس سال یا اس کے لگ بھگ تھی۔ وہ ظاہراً و باطناً مسلمان تھے، قرآن پڑھتے تھے اور دین کا علم حاصل کرتے تھے۔

اور بلوائیوں کی طرف سے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ یعنی ''فتنہ'' کے دور سے پہلے سیدنا مروان رضی اللہ عنہ پر کسی طرح کا کوئی اتہام نہ تھا تو پھر ایسے شخص کو کاتب مقرر کرنے میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا کیا قصور ہے؟

باقی رہا دورِ فتنہ تو اس میں مبتلا ہونے سے تو سیدنا مروان رضی اللہ عنہ سے افضل لوگ بھی نہ بچ سکے۔

(منہاج السنۃ، الجزء الثالث، ص: ۱۸۹۔۱۹۷)

اس تفصیل سے یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ سیدنا مروان ری اللہ عنہ کا شمار بلاشبہ صغار صحابہ میں ہوتا ہے اور وہ احترام صحابیت کے مکمل طور پر مستحق ہیں بلکہ بقول حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ بتغیر یسیر (صرف نام کی حد تک):

قرآن و حدیث میں صحابہ کی جو خصوصیات اور مناقب و فضائل ثابت ہوئے ہیں وہ سب کے سب لامحالہ حضرت مروان رضی اللہ عنہ کے لیے بھی ثابت ہوں گے۔ اور وہ تمام آثار و لوازمِ صحابیت اور صحابہ کے وہ تمام حقوق جو کتاب و سنت نے اُمّت پر عائد کیے ہیں وہ سب کے سب ''حضرت مروان رضی اللہ عنہ'' کے لیے بھی ماننے پڑیں گے۔ ہمیں تاریخی طور پر نہیں بلکہ بطورِ عقیدہ کے اس پر ایمان لانا پڑے گا کہ حضرت مروان رضی اللہ عنہ بوجہ صحابی ہونے کے متقن، عدول، پاک باطن، صاف ظاہر، حبِّ جاہ و مال سے بری، ہوسِ اقتدار سے بالاتر اور ان تمام رذائلِ نفس سے پاک تھے جو ان مقدّسین سے بنصّ کتاب و سنت دھو دیے گئے تھے۔

علاوہ ازیں صحابہ کے خلاف اور مخالف اقدام کرنے والوں کا کتاب و سنت میں جو حکم ہے وہ بھی بلاشبہ مخالفین ''مروان رضی اللہ عنہ'' پر عائد ہونا، ناگزیر ہوگا۔ (مستفاد از ''شہید کربلا اور یزید'' ص: ۵۲۔۷۶)

(جاری ہے)

ماہانہ مجلس ذکرواصلاحی بیان
26 فروری 2015ء
جمعرات بعد نماز مغرب
دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان
ابن امیر شریعت
حضرت پیر جی
سید عطاء المہیمن بخاری
دامت برکاتہم
(امیر مجلس احرار اسلام پاکستان)
نوٹ: ہر انگریزی ماہ کی آخری جمعرات کو بعد نمازِ مغرب مجلسِ ذکر و اصلاحی بیان ہوتا ہے
الداعی سید محمد کفیل بخاری ناظم مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان 061-4511961